وراثت کی تقسیم میں حق تلفی کا انجام

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

خطبہ مسنونہ کے بعد: ﴿یا أیھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقتِہ و لا تمُوتنّ الا و أنتم مسلمون﴾[آل عمران: ۱۰۲] صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے جس کی راویہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ فرماتی ہیں:(دخل رسول اللہ ﷺ علی أبی سلمۃ و قد شق بصرہ فأغمضہ قال ان الروح اذا قبض تبعہ بصرہ) ''رسول اکرم ﷺ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تو رسول اکرم ﷺ نے ان کی آنکھوں کو بند کر دیا اور فرمایا جب ایک شخص کی جان جسم سے نکل جاتی ہے اور اس کی روح پرواز کر جاتی ہے تو اس کی بصارت بھی ساتھ ہی چلی جاتی ہے۔'' اس لیے آنکھیں کھلی رکھنے کا فائدہ نہیں ہے۔ میت کی آنکھیں فوراً بند کر دینی چاہئیں۔ معاملہ یہ کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بالکل سیاق موت پر تھے۔ آخری گھڑیاں تھیں اور ان کے اہل وعیال اور عزیز و اقارب ان کی چارپائی کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ان کی کھلی آنکھیں دیکھ کر یہ سمجھ رہے تھے کہ ابھی تک یہ زندہ ہیں لیکن جب پیارے پیغمبر محمد رسول ﷺ تشریف لائے اور آنکھوں کو بند کر دیا تو یہ خبر دی کہ ان کی روح پرواز کر چکی ہے اور روح کے پرواز کرتے ہی بصارت بھی ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا آنکھوں کو بند کر دینا چاہیے۔ اس سے اہل وعیال یہ سمجھ گئے کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے ہیں۔ (فضجّ ناس من أھلہ) لوگوں نے چیخ و پکار شروع کر دی، ان کے بچوں نے، ان کے اقارب نے رونا شروع کر دیا اور چیخ پکار شروع کر دی۔

یہ جو وقت ہے بڑا مشکل ہوتا ہے۔ جب انسان اپنے سفر آخرت کی تیاری کر رہا ہو اور اس کے عزیز و اقارب اور اہل وعیال اس کے اردگرد بیٹھے ہوں۔ ایک انسان کو اپنے اندر کی صورتحال سے یہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ آخری وقت آ پہنچا ہے۔ جدائی اور فراق کی گھڑیاں بالکل قریب ہیں ﴿کلا اذا بلغت التراقی O و قیل من راق O و ظن انہ الفراق﴾ ''جب یہ جان حلق میں اٹک جاتی ہے لوگ باتیں کر رہے ہوتے ہیں، کوئی دم کرنے والا لاؤ مگر وہ یقین کر چکا ہے کہ اب کوئی فائدہ نہیں۔ اب تو فراق کا وقت آ پہنچا اور جدائی کی گھڑی آ پہنچی۔[القیامۃ: ۲۶۔۲۸] اب کوئی فائدہ نہیں۔ اب تو یہ سفر آخرت شروع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے امر سے آئے تھے اور اس کے امر سے واپس جا رہے ہیں۔ یہ پوری دنیا کی زندگی اس کی نگرانی میں تھی۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے (ناصیتی بیدک ماض فیّ حکمک عدل فیّ قضاء ک) ''یا اللہ! میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے اور مجھ پر تیرا امر چلتا ہے۔ صرف تیرا ہی اور تیرا جو بھی امر ہے، جو بھی فیصلہ ہے وہ

عدل ہے، قطعاً ظلم نہیں ہے۔'' [مسند احمد: ۱/۳۹۱]

تو جب یہ اللہ کا امر آجائے گا تو اس دنیا سے چلے جانا ہے اور کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ اس کی طرف جانا ہے۔ اپنی گھڑیوں کے بارے میں کبھی کبھی سوچنا چاہیے۔ یہ وقت ہر ایک پر آنے والا ہے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ پر بھی آیا اور اللہ کے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھیں بند کیں اور فرمایا کہ روح کے نکلتے ہی آنکھیں بھی ختم ہو جاتی ہیں، اس لیے انہیں فوراً بند کر دینا چاہیے۔ جب اہل وعیال نے رونا شروع کر دیا اور چیخ وپکار شروع کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (لا تدعوا علی أنفسکم الا بخیر فان الملائکة یؤمنون) اپنے آپ کو بددعائیں نہ دو۔ اس موقع پر بعض لوگ اول فول بکنا شروع کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ اس وقت ملائکہ موجود ہیں، فرشتے موجود ہیں، اور وہ تمہاری ہر دعا یا بددعا پر آمین کہتے ہیں۔ جیسے کچھ لوگ شدت غم سے کہتے ہیں کہ کاش! میں مرجاتا تو نہ مرتا۔ ہوسکتا ہے تیری موت کا فیصلہ بھی ہو جائے۔ فرشتے ساتھ ساتھ آمین کہتے ہیں۔ اس لیے بہت سنبھل کر بات کرنی چاہیے۔ شریعت میں آنسوؤں میں رونے کی ممانعت نہیں بلکہ اس کو رحمت کہا گیا ہے لیکن ساتھ ساتھ باتیں کرنا، جملے کسنا اور پھر بعض اوقات وہ باتیں جو بددعا پر منتج ہوتی ہیں یا ان باتوں پر مبالغہ ہوتا ہے، غلو ہوتا ہے تو یہ انسان کیلئے انتہائی خطرناک ہیں۔ باتیں کرنے والے کیلئے اور جس کے بارے میں کی جارہی ہیں اس کیلئے بھی، میت کیلئے بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے (ان المیت لیعذب ببکاء أهله علیه) ''میت کو اس کے اہل کے رونے سے عذاب ملتا ہے۔'' [صحیح بخاری: ۱۲۸۶] رونے سے مراد آنسوؤں کا رونا نہیں بلکہ رونے سے مراد وہ باتیں ہیں جو لوگ کرتے ہیں۔ بعض اوقات ان باتوں میں مبالغہ اور جھوٹ ہوتا ہے تو فرشتے میت کو مارتے ہیں، جیسے روتے روتے کہا جائے تم تو بہت ہی نیک تھے، حالانکہ نیک نہیں تھا تو فرشتے اس کو مارتے ہیں کہ تم کہاں کے نیک ہو؟ یہ غلو اور مبالغہ ہے۔ یہ میت کیلئے باعث تکلیف ہوسکتا ہے۔ تو اس موقع پر صبر کی ضرورت ہے، استقامت کی ضرورت ہے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو چکے اور اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے دعائیں کیں (اللهم اغفر لأبی سلمة وارفع درجته فی المهدیین) ''اے اللہ! ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو معاف کر دے۔ اے اللہ! اس کے درجات کو بلند فرمادے اور ان بندوں میں شامل کر جو مہدیین ہیں، جو ہدایت یافتہ ہیں۔''

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں شامل فرمالے اور ان میں داخل کر کے اس کے درجات اور بلند فرمادے اور اسے رفعت عطا فرمادے۔ علیین میں بلندی درجات پر فائز فرمادے۔ اور آگے فرمایا کہ (واخلفه فی عقبه فی الغابرین واغفر له و لنا یا رب العالمین) ''یا اللہ! جب تک ابوسلمہ رضی اللہ عنہ زندہ تھا

اپنے بچوں کی کفالت کرتا تھا، اب یہ فوت ہو چکا ہے تو تو اس کے بچوں کا کارساز بن جا۔ اور تو اس کے بچوں کو سنبھالنے والا بن جا۔ اس کے بچوں کی، اس کے اہل وعیال کی کفالت کرنے والا بن جا۔ اے رب العالمین! ہمیں بھی معاف کر دے، ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی معاف کر دے۔'' تمام گناہوں کو بخش دے کیونکہ نجات کیلئے اور کامیابی کیلئے گناہوں سے پاک صاف ہو کر جانا ضروری ہے۔

یہ تو دعا آپ ﷺ نے دوبار کی۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی بخشش کیلئے دو بار یہ دعا کی کہ یا اللہ! ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو معاف کر دے، بخش دے اور یہ دعا کسی بھی فوت ہونے والے کیلئے سب سے قیمتی تحفہ ہے کیونکہ جنت کے داخلے کیلئے شرط ہے کہ بندہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر آئے۔ اگر کوئی ایک گناہ بھی ساتھ لگا رہا، بخشا نہ جا سکا بخشش کے قابل نہ ہو سکا تو اس بندے کو سزا ملے گی جب تک وہ گناہ جہنم کی آگ سے جلا کر ختم نہ کیا جائے تب تک سزا ملے گی۔ بشرطیکہ کہ اس کے عقیدے میں توحید ہو، شرک سے بچنے والا ہو، بدعات سے بچنے والا ہو تو پھر وہ اس قابل قرار پائے گا کہ اسے جہنم سے چھٹکارا نصیب ہو جائے اور جنت کا داخلہ حاصل ہو جائے۔ تو اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کیلئے دعائیں کر رہے ہیں اور آخری جملے یہ ہیں (وافسح له في قبره و نور له فيه) ''اے اللہ! ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی قبر کو کشادہ کر دے اور یا اللہ! ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی قبر کو منور کر دے۔'' [صحیح مسلم: ۹۲۰]

اس کا معنی یہ ہے کہ قبر کا اصل تنگ ہونا ہے اور قبر کا اصل اندھیرا ہے۔ تو قبر کی کشادگی کی دعا کی جائے اور قبر کے منور ہونے کی دعا کی جائے ورنہ یہ تاریکیوں کا گھر ہے اور یہ ایک تنگ سی کوٹھری ہے اس کی وسعت کی دعا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ بعض لوگ جب قبر میں جاتے ہیں تو ان کی قبر تا حد نگاہ کشادہ کر دی جاتی ہے جو ایک بندے کیلئے بڑی نعمت ہے اور قبر کے اندھیرے دور کر دیئے جاتے ہیں اور قبر کو منور کر دیا جاتا ہے اس کی قبر کو نور سے بھر دیا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی اس حدیث میں ایک جملہ انتہائی قابل غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کیلئے دعا کی (واخلفه في عقبه في الغابرين) ''کہ اے اللہ! ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے بیوی بچوں کا تو کارساز بن جا۔''

یہ پیغمبر ﷺ کی شفقت اور آپ ﷺ کے دل میں موجود رحمت کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کس طرح اہل وعیال پر، بچوں پر ترس کھایا کرتے تھے اور کس طرح آپ ﷺ کا معاملہ ایک مشفق ہستی سا معاملہ تھا۔ کیسے شفیق تھے! کیسے رحیم تھے اور کیسا اخلاص اور درد آپ ﷺ کے دل میں تھا کہ اللہ تعالیٰ سے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے بچوں کیلئے دعا کر رہے ہیں، یہ طلب کر رہے ہیں کہ یا اللہ! تو ان بچوں کا کارساز بن جا۔ یہ بچے بڑے ہی قابل ترس ہیں، بڑے ہی قابل رحم ہیں اور خاص طور پر اگر بیٹیاں ہوں تو اور زیادہ انہیں صدمہ لاحق ہوتا

ہے، صدمے سے دوچار ہوتی ہیں۔ مرد تو پھر بھی اپنے ذرائع تکسب کے ذریعے دنیا کما سکتے ہیں مگر بچیوں کیلئے کوئی سہارا نہیں ہوتا تو رسول اکرم ﷺ نے خاص طور پر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے بچوں اور بچیوں کیلئے دعا کی کہ "یا اللہ! تو ان کا کارساز بن جا اور تو ان کی حفاظت کر، ان کی نگرانی کر، ان کی مدد کر۔" نبی کریم ﷺ کے اور بھی فرامین ہیں۔ جب جعفر طیار رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہوئے اور اللہ کے پیغمبر کو خبر دی گئی تو پیغمبر ﷺ بہت روئے اور فرمایا کہ (اصنعوا لآل جعفر طعامًا فقد أتاهم ما يشغلهم) "جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو کھانا پکا کر کھلاؤ کیونکہ جو صدمہ ان کو لاحق ہوا ہے وہ کھانے سے بالکل غافل ہیں۔" [سنن ابن ماجہ: ۱۶۱۰] انہیں کوئی ہوش نہیں، تم ان کو کھانا بنا کر بھیجو اور کھلا کر آؤ۔

تو یہ مرنے والے کے بچوں کے ساتھ شفقت کی علامت ہے اور شفقت کا مظہر ہے۔ اسلام کے آخری دنوں میں اللہ کے پیغمبر ﷺ نے کیا فرمایا، شروع کے دنوں میں جب بڑا فقر و فاقہ تھا اور غربت کے دن تھے، کوئی جنازہ ہوتا تو اللہ کے پیغمبر ﷺ پوچھتے (هل عليه دين) "کیا اس پر قرضہ ہے؟ اگر لوگ کہتے کہ نہیں تو آپ ﷺ جنازہ پڑھاتے تھے۔ اگر لوگ کہتے کہ ہاں قرضہ ہے تو آپ ﷺ پوچھتے کہ (هل ترک شيئا) کہ اس کے مال میں اور ترکہ میں اتنا پیسہ ہے کہ قرضہ ادا ہو جائے؟ اگر لوگ کہتے کہ جی ہاں تو آپ ﷺ جنازہ پڑھاتے اور اگر لوگ کہتے کہ نہیں تو آپ ﷺ فرماتے (صلوا علی صاحبکم) پھر اس کا جنازہ تم ہی پڑھ لو" [صحیح بخاری: ۲۲۸۹] مگر یہ اسلام کی غربت کے واقعات ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب اسلام کو مستحکم کر دیا اور بیت المال خزانوں سے بھر گیا پھر اللہ کے پیغمبر ﷺ کا فرمان کیا ہوتا تھا؟ (فمن ترک دینًا فعلي قضاءه و من ترک مالاً فهو لورثته) اور بعض احادیث میں "ضیاعًا" کے الفاظ بھی ہیں۔ جو شخص مال چھوڑ گیا وہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگا اور جو شخص قرضہ چھوڑ گیا وہ میں ادا کروں گا اور اگر اپنے پیچھے بچے چھوڑ گیا جو بے سہارا ہو گئے تو ان کی کفالت میں کروں گا۔ [صحیح مسلم: ۱۶۱۹] یہ سب کیا ہے؟ یہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کا وہ درد دل ہے جو مرنے والوں کے بچوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ کسی شخص کے فوت ہونے کے بعد اس کی اولاد کی سب سے بڑی ہمدردی ہے، جو اخلاص کا تقاضا ہے وہ یہی ہے کہ اس کی وراثت اس کے بچوں میں تقسیم کی جائے۔ اور جو بھی ورثاء ہیں ان کا حق ان کو دیا جائے۔ (ان الله جعل لكل ذی حق حقه) [سنن أبی داود: ۲۸۷۰] یہ حق اللہ نے مقرر کیے ہیں کسی انسان نے نہیں۔ کسی حکومت نے نہیں بلکہ پروردگار نے حق مقرر کیے ہیں۔ بیٹے کا اتنا، بیٹی کا اتنا، بہن کا اتنا، ماں کا اتنا، دادی کا اتنا، اللہ تعالیٰ نے یہ حقوق مقرر کیے ہیں۔ تم کون ہوتے ہو اُن حقوق کی نفی کرنے والے؟ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو چیلنج

کرنے والے اور اس کو تبدیل کر دینے والے کہ بیٹیوں کا، بہنوں کا ورثے میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ اتنا بڑا ظلم ہے کہ جس کا لفظوں میں بیان ممکن نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے (الحقوا الفرائض بأهلها) ''جو وراثت کے حصے ہیں وہ ورثا کو دے دو۔'' [صحیح بخاری: ۶۷۳۲] یہ امر ہے، آرڈر ہے۔ جو اللہ نے حصے مقرر کیے ہیں وہ ورثاء کو دے دو، انہیں محروم کرو گے تو یہ ظلم عظیم ہوگا ﴿للرجال نصيب مما ترك الوالدين والأقربون و للنساء نصيب مما ترك الوالدين والأقربون مما قل منه أو كثر نصيبا مفروضا﴾ [النساء: ۷] مرنے والے مرجاتے ہیں جو ترکہ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ ماں باپ ہوں یا کوئی بھی قرابت دار ہوں اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔ وہ مال کم ہو یا زیادہ ہو تمہیں کیا تکلیف ہے؟ تم رکاوٹ کیوں بنتے ہو؟ اللہ نے یہ حصے مقرر کیے ہیں، یہ حصے فرض ہیں۔ اللہ کے مقرر کردہ ہیں اور جو اِن میں تبدیلی کا مرتکب ہوگا وہ اللہ کے دین کا باغی ہے، اس نظام کا مجرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو وہ چیلنج کر رہا ہے۔ لہٰذا اللہ کا خوف کیجیے اور یہ ظلم اور تعدی جو معاشرے میں ہو رہا ہے اس سے گریز کرنا ضروری ہے۔ یہ معاشرے کا ایک ظلم ہے اور جب بھی معاشرے میں ظلم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس معاشرے کو بربادی کی دلدل میں پھینک دیتا ہے۔ لوگوں کے خلاف شریعت اقتدار چل جاتے ہیں لیکن ظالمانہ اقتدار نہیں چلتا۔ انہیں دوام اور بقاء نہیں ہے۔ ظلم کا استحصال ہوتا ہے اور ظالم اپنے کیفر کردار کو پہنچتے ہیں، لہٰذا یہ وراثت کا نظام شرعی نظام ہے اور اتنا اہم کہ شریعت نے اسے نصف علم کہا ہے (آدھا علم) نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ ''علم میراث دین کا آدھا علم ہے۔'' [سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۹] یہ تخصیص اور ترغیب ہے کہ اس علم کو سیکھو۔ کیوں سیکھو؟ کیونکہ یہ علم ہر گھر کی ضرورت ہے۔ ہر گھر میں لوگ مرتے ہیں اور ورثہ تقسیم کرنے کی نوبت آتی ہے۔ تو ہر گھر والے کو علم فرائض کا علم ہونا چاہیے کہ مرحوم کے مال میں سے اس طرح حصے تقسیم ہوں گے۔ بیٹے کو کیا ملے گا؟ بیٹی کو کیا ملے گا؟ پوتی کو، بہن کو، دادی کو کیا ملے گا؟ یہ حصے معلوم ہونے چاہئیں۔ یہ آدھا علم ہے۔ یہ شریعت نے سب کو ترغیب دی ہے کہ اس علم کو حاصل کرو، کم از کم اس حد تک کہ جو فرضی حصے ہیں ان کا تم کو علم ہو، تا کہ کسی شخص کے فوت ہوتے ہی جو پہلا کام کیا جائے اس کی تدفین کے بعد، اس کی وصیت کو نافذ کرنے کے بعد وہ اس کی وراثت کی تقسیم ہے۔ اس کو لیٹ کرنا بھی ظلم ہے۔ یہ بعد میں کئی تنازعے جنم دیتا ہے۔ بلکہ یہ اللہ کا امر فوری نافذ ہونا چاہیے۔ تین چیزیں جب طے ہو جائیں تو وراثت تقسیم کر دو۔ ایک یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے والا مر چکا ہے، دوسرا یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے والے کا مال تھا اور تیسرا مرنے والے کے فلاں فلاں وارث موجود ہیں۔ جب یہ تین چیزیں محقق ہو جائیں تو وراثت کی تقسیم میں تاخیر جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک وقت مقرر کیا

ہے۔نماز کا ایک وقت ہے، اس وقت سے تاخیر کرنا جائز ہے؟ رمضان کے روزوں کا ایک وقت ہے، اس وقت سے تاخیر کرنا جائز ہے؟ حج کا ایک وقت ہے، اس وقت سے تاخیر کرنا جائز ہے؟ اسی طرح میراث کا بھی ایک وقت ہے اور وہ کیا ہے؟ مورث کا مر جانا، ترکہ کا معلوم ہونا اور ورثاء کی موجودگی یہ تین چیزیں طے ہو جائیں تو فوراً وراثت کو تقسیم کرنا ہے۔ یہ شرعی امر ہے اور جو لوگ اس میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں یا حصہ مار لیتے ہیں، بیٹوں کو دیتے ہیں، بیٹیوں کو نہیں دیتے، بھائیوں کو دیتے ہیں، بہنوں کو نہیں دیتے، باپ کو دیتے ہیں ماں کو نہیں دیتے۔ وہ لوگ انتہائی ظالم ہیں اور جو لوگ وراثت کی تقسیم میں تاخیر کے مرتکب ہیں وہ بھی ظلم کر رہے ہیں۔ یہ بھی ظلم ہے اور شریعت اس ظلم سے روکنا چاہتی ہے ﴿ان الذین یأکلون أموال الیتمٰی ظلمًا انما یأکلون فی بطونهم نارًا و سیصلون سعیرًا﴾ "جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ کھاتے ہیں۔تو یتیم کون ہے بے چارہ؟ جس کا باپ فوت ہو گیا۔ بچہ ہو یا بچی ہو۔ اور آپ اس کا حق مار جائیں کہ ٹھیک ہے بیٹیوں کو نہیں دیتے، وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ کھا رہے ہیں۔ دنیا میں جہنم کی آگ کھا رہے ہیں اور قیامت کے دن وہ اسی جہنم کا لقمہ بن جائیں گے، اسی جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔" (یوصیکم الله فی أولادکم للذکر مثل حظ الانثیین) "اللہ تعالیٰ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔" [النساء:۱۰۔۱۱]

یہ بھی تو ایک مشفقانہ انداز ہے۔کوئی پڑوسی آپ کے پاس آئے کہ آپ کے بچوں کے بارے میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں، آپ کے بچوں کی خیر خواہی کے تعلق سے کچھ باتیں کہنا چاہتا ہوں، وہ پڑوسی آپ کے نزدیک کتنا محبوب ہوگا کہ میرے بچوں کا خیر خواہ ہے۔ دنیا سے چلا جاؤں تو میں اس لحاظ سے بے خوف ہوں کہ میرے پڑوسی اچھے ہیں، بچوں کا خیال رکھیں گے۔ جو بچوں کیلئے درد دل رکھتا ہے یقیناً وہ خیر خواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے بچوں کے بارے میں تمہیں وصیت کر رہا ہے۔ کتنی بڑی خیر خواہی ہے! اور یہ کتنا مشفقانہ اسلوب ہے! کتنا محبت بھرا انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں، تمہارے بچوں کے بارے میں وصیت کرتا ہے۔ ایک محبت بھرا انداز ہے، مشفقانہ اسلوب ہے اور ہم اس وصیت کو تہس نہس کر دیں، قبول نہ کریں، اپنی طرف سے تقسیمیں کریں، ظلم کریں، فلاں کو دے دیں اور فلاں کو نہ دیں۔ نہیں، یہ دین سے بغاوت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب کو دعوت دینے والا امر ہے۔ سورۃ الفجر کا مضمون پڑھیے ﴿کلا بل لا تکرمون الیتیمO و لا تحٰضّون علیٰ طعام المسکینO و تاکلون التراث اکلاً لّمّاO و تحبون المال حبًا جمًا﴾ [الفجر:۱۷۔۲۰] اللہ تعالیٰ نے بندوں کے کچھ جرائم کا ذکر کیا ہے۔ ایک جرم یہ بھی ہے کہ تم مال سے

اتنی محبت کرتے ہو کہ وراثت تک کھا جاتے ہو، ورثاء کے حقوق بھی پامال کر دیتے ہو، اور ورثے کا مال بھی کھا جاتے ہو، اس قدر تم مال کے حریص ہو۔ یہ ایک جرم کا ذکر ہے، یہ ہولناک جرم ہے۔ کتنا ہولناک جرم ہے یہ؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کہ اس سے آگے کا مضمون کیا ہے، یہ کتنا بڑا ظلم ہے؟ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اگلے مضمون پر غور کرو کہ ﴿كلا اذا دكّت الأرض دكًّا دكًّاO و جاء ربك والملك صفًّا صفًّا﴾[الفجر:۲۱۔۲۲] تمہیں اس دن کا خوف نہیں ہے جب یہ زمین توڑ پھوڑ دی جائے گی۔ تمہارا یہ ظلم اسی صلے کا متقاضی ہے کہ یہ زمین توڑ پھوڑ دی جائے، آسمان توڑ پھوڑ دیئے جائیں، بچیوں کا حق مار دینا، ان کو محروم کر دینا اور ان کا مال خود ہتھیا لینا اتنا بڑا ظلم ہے کہ زمین ٹوٹ جانی چاہیے، آسمان ٹوٹ جانے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے وقوع کو یاد دلایا ہے کہ اس ہولناک منظر کو یاد کرو جب یہ دنیا تہس نہس ہو جائے گی۔ اور زمین و آسمان توڑ دیئے جائیں گے اور تیرا پروردگار آئے گا اور فرشتے بھی صفیں باندھ کر آئیں گے۔ فرشتے قطار در قطار ہوں گے اور تیرا پروردگار بھی آئے گا۔ جاؤ تنہائی میں بیٹھ کے سوچو کہ پروردگار کیوں آئے گا؟ میرا اور آپ کا حساب لینے کیلئے اور یہ معاملہ سرفہرست ہوگا۔ حقوق کی پامالی کا معاملہ، جو ہم نے حق مارے، ورثاء کے حق مارے، بچیوں اور بہنوں کے حق مارے، وراثت تقسیم ہی نہیں کرتے۔ اس پر سانپ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس قدر مال کی محبت، اس وقت کیا بنے گا جب تیرا پروردگار آئے گا اور پھر یہ معاملہ کھلے گا۔ پھر ظالم ہوگا اور مظلوم ہوں گے اور اللہ پاک انصاف کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے حدیث قصاص میں یہ بات فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ جب حساب و کتاب کیلئے آئے گا تو ایک ندا کرتا ہوا آئے گا (أنا الملك و أنا الديان) ''میں بادشاہ ہوں اور میں دیان ہوں۔'' دیان کا معنی انصاف کرنے والا اور عدل قائم کرنے والا۔ آج میں عدل قائم کروں گا۔ آج میں انصاف قائم کروں گا (أين ملوك الأرض) زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ اور زمین کے جابر اور باغی لوگ کہاں ہیں؟ زمین کے مجرم کہاں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی آواز سے اعلان فرمائے گا کہ (يسمعه من بَعُدِ كما يسمعه من قُرُبِ) اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کو جیسے قریب کے لوگ سنیں گے ویسے ہی دور کے لوگ بھی سنیں گے۔ [صحیح بخاری] یہ پروردگار کی آواز اور بندوں کی آواز کا فرق ہے۔ بندے جب بولتے ہیں تو قریب کے لوگ سن لیتے ہیں مگر دور تک وہ آواز نہیں پہنچا پاتے۔ اللہ تعالیٰ کی آوازیں ایسی ہوں گی کہ دور کے ہوں، قریب کے ہوں یکساں سنیں گے۔

یہ پروردگار کی آواز ہے، جو مخلوقات کی آواز کے مشابہ نہیں ﴿ليس كمثله شيئ﴾ ''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔'' اشاعرہ اور ماتریدیہ اللہ تعالیٰ کی آواز کا انکار کرتے ہیں۔ اس حدیث کا کیا جواب دو گے؟ اس صحیح حدیث کی کیا تاویل کرو گے؟ ویسے تاویلیں تم کرتے ہی رہتے ہو، بڑے ماہر ہو تم تاویلیں کرنے میں، تم نے

صفات باری تعالیٰ میں تمام صفات کیلئے تاویلوں کا دروازہ کھولا ہوا ہے۔کوئی صفت ایسی نہیں جو تاویل کے بغیر ثابت ہو۔ ہر صفت مجاز پر ہے، حقیقت پر کوئی صفت نہیں ہے۔گویا تم زیادہ بیان پر قادر ہو، اللہ تعالیٰ قادر نہیں تھا، نعوذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ خود اپنی صفات کو نہیں سمجھا سکا، حقیقت کا رنگ نہیں دے سکا، ہر صفت میں مجاز کا معنی ہے۔ ہر صفت میں قرینہ لانا پڑتا ہے جو تم لائے ہو، تم زیادہ فصیح الکلام ہو، تم زیادہ قادر الکلام ہو، زیادہ اس امت کے خیر خواہ اور ہمدرد ہو کہ تم نے جو اسلوب اختیار کیا اللہ تعالیٰ وہ اسلوب اختیار نہیں کر سکا، نعوذ باللہ، اللہ اکبر۔ یہ لوگ کتنے بڑے مجرم ہیں۔ اس دین کے ڈاکو اور دین میں خلل پیدا کرنے والے، اللہ رب العزت کی صفات میں وہ ضربیں لگانے والے جس کا ان کو خود نقصان ہوگا کیونکہ جو شخص کسی پہاڑ پر ٹکریں مارتا ہے اس خدشے سے کہ پہاڑ کمزور ہو کر گر جائے، اس عزم کے ساتھ تو اس بے وقوف کو سمجھاؤ کہ پہاڑ تو کھڑا رہے گا تمہارا سر ہی ٹکڑے ہو جائے گا۔ جو شخص آسمان کی طرف منہ کر کے تھوکتا ہے کہ یہ تھوک آسمانوں کی بلندی کو پہنچ جائے، اس احمق کو سمجھاؤ کہ یہ تھوک آسمان تک نہیں پہنچے گا، تیرے منہ پر آ کر گرے گا۔ پروردگار کی صفات کے بارے میں اس طرح تاویلیں کرنے والو! ان ساری باتوں کے حصار میں تم خود پھنسو گے کیونکہ جو اللہ کی صفات میں الحاد داخل کرتے ہیں، اللہ کی صفات میں بغیر علم کے باتیں کرتے ہیں، وہ بہت بڑے مجرم ہیں۔ ہو سکتا ہے ان کا یہ گناہ شرک سے بڑا گناہ ہو جو قطعاً قابل معافی نہ ہو۔ تو اس حدیث قصاص میں اللہ پاک فرمائے گا: اے جنت والو! اگر تم میں سے کسی شخص کے بارے میں جنتی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہو اور کسی انسان کا اس پر کوئی حق ہے، بلکہ کسی جہنمی انسان کا اس پر کوئی حق ہے تو یہ نہ سمجھو کہ میں جنتی بن چکا اور یہ جہنمی جائے جہنم میں، جائے بھاڑ میں، یہ تو ہے ہی جہنمی، چھوڑ دو، نہیں چھوڑوں گا۔ یہ دیان ہے، عدل قائم کرنے والا۔ انصاف قائم کروں گا، عدل قائم کروں گا۔ پھر جب ایک انسان سارے مراحل طے کر کے اپنی نیکیوں کو سنبھالتا ہوا آگے بڑھے گا، جنت کی طرف جا رہا ہے، پل صراط سے پہلے ایک قنطرہ آ جائے گا یا پل صراط کے بعد، اس کی وضاحت نہیں ہے، ایک قنطرہ آ جائے گا، اس قنطرہ پر اللہ رب العزت ظالم اور مظلوم کو روک لے گا۔ وراثت کا مال کھانے والا ظالم ہے۔ جس کی میراث ہڑپ کر گیا وہ مظلوم ہے، روک لیا جائے گا۔ اب اللہ رب العزت انصاف فراہم کرے گا اور اپنا عدل قائم کرے گا۔ [صحیح بخاری: ۶۵۳۵] صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو تہی دست اور تہی دامن آئیں گے، اس دن عدل کیلئے ہم کیا دیں گے؟ اپنے ظلم کو ختم کرنے کیلئے ہم کیا دیں گے؟ ہم تو خالی ہاتھ آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ خالی ہاتھ آئیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کا عدل روپوں پیسوں سے قائم نہیں ہوگا بلکہ نیکیوں اور گناہوں سے قائم ہوگا۔ جو نیکیاں تم بچا کر لائے ہو اللہ تعالیٰ

وہ نیکیاں تم سے چھین لے گا اور مظلوموں کو دے دے گا۔ مظلوموں کے گناہ چھین لے گا اور تمہارے سر پر تھونپ دے گا۔[صحیح بخاری: ۲۴۷۷] چندن تم نے عیش ضرور کی وراثت کا مال کھا کر اور یہ ظلم نافذ کر کے لیکن پھر ہمیشہ کا پچھتاوا ہے ﴿و بدالهم من الله ما لم یکونوا یحتسبون﴾[الزمر: ۴۷] قیامت کے دن بہت سے لوگ بڑے خوش ہوں گے، اپنی نیکیوں کو دیکھ دیکھ کر ہنسیں گے، مسکرائیں گے، مطمئن ہوں گے کہ یہ نیکیاں ہمیں کامیاب کرا چکی ہیں، ہم کامیاب ہو چکے ہیں مگر نہیں، اچانک اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا فیصلہ سامنے آئے گا جس کی ان کو توقع نہیں ہوگی۔

ایک شخص ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آ کر کہا کہ ایک بھائی فوت ہو چکا اور اس کے تین وارث ہیں۔ صرف ایک اس کی بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن ہے۔ اس کا مال کیسے تقسیم کروں؟ دیکھیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو کیا فکر ہے، اور جو اُن بچوں کے اولیاء الامور ہیں ان کو کیا فکر ہے۔ یہ مخلص صحابہ تھے۔ چاہتا تو یہ چھوٹے چھوٹے بچے ان کو آگاہ ہی نہ کرتا۔ مال سمیٹ جاتا، ہڑپ کر جاتا مگر یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ بس تینوں اس کی وارث ہیں، ان کا مال کیسے تقسیم کروں؟ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: آدھا مال بیٹی کا ہے، آدھا مال بہن کا ہے اور پوتی محروم ہے کیونکہ بیٹی کی موجودگی میں پوتی کو نہیں ملتا۔ پوتی محروم ہے، آدھا آدھا مال دونوں کو دے دو۔ بیٹی بطور وارث کے یہ مال لے گی اور باقی آدھا مال بہن کو ملے گا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ احتیاطاً تم کسی اور سے بھی پوچھ لو، خاص طور پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا کہ ان سے جا کر معلوم کر لو۔ ان کے پاس چلا گیا، اپنا سوال رکھا، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا جواب ذکر کیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی اور کہا کہ (لقد ضللتُ اذًا و ما أنا من المهتدين) "اگر میں بھی وہی جواب دوں جو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دیا تو میں تو گمراہ ہو جاؤں گا اور میں ہدایت یافتہ نہیں ہوں گا۔" کیونکہ ان کا یہ جواب درست نہیں ہے۔ شریعت کے مطابق نہیں ہے۔ بعینہٖ یہی قضیہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا۔ اللہ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے، موجود تھے اور ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ اس کے وارث بھی کل یہی تین ہی تھے۔ ایک اس کی بیٹی اور ایک اس کی پوتی اور ایک بہن تو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ قضیہ آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تقسیم اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیوں کو دو تہائی مال دیا ہے۔ اگر کسی فوت ہونے والے انسان کی دو ہی بیٹیاں ہوں تو ان کو دو تہائی مال ملے گا۔ یہاں ایک بیٹی اور ایک پوتی ہے تو پوتی کو بیٹی کے قائم مقام سمجھا جائے گا لیکن چونکہ بیٹی کا حق زیادہ اور پوتی کا کم ہے لہٰذا بیٹی کو آدھا مال اور پوتی کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔ اس کے حصے میں فرق ہوگا

کیونکہ دوتہائی کی تکمیل کیلئے اس طرح کی تقسیم ہوگی کہ بیٹی اور پوتی کے مابین دوثلث اور بہن کو جو باقی بچے گا ایک تہائی دے دیا جائے گا۔[صحیح بخاری] تو کس طرح پیغمبر ﷺ کے دور میں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں بچیوں کا حق ان کو دیا جاتا تھا۔ اس کیلئے لوگ آتے، سوال کرتے، مسئلہ پوچھتے اور وراثت کے نظام کو لاگو کرتے اور قائم کرتے۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ چوٹی کے محدث کبھی حدیث کے سبق میں ناغہ نہ کیا۔ ایک دن حدیث پڑھی اور اپنے شیخ سے کہا کہ مجھے ایک دن کی چھٹی چاہیے۔ شیخ حیران ہوئے مگر چھٹی دے دی اور کہا کہ چلے جاؤ۔ ایک دن گزار کر آئے، دوسرے دن درس کی مجلس میں پہنچ گئے۔ شیخ نے پوچھا کہ تم تو بڑی پابندی کرنے والے شاگرد تھے، کبھی ناغہ نہ کرنے والے، آخر کل ایسی کیا مجبوری بن گئی کہ تم کو چھٹی کرنی پڑی؟ فرمایا کہ پرسوں یہ حدیث پڑھی تھی (ألحقوا الفرائض بأهلها) "جو، ترکے کا مال ہے، وراثت کا مال وہ فوراً ورثاء کو دے دو"[صحیح بخاری:۶۷۳۲] تاخیر نہ کرو۔ میرا باپ فوت ہو چکا تھا، ایک باغ اس کا ترکہ ہے، بہنوں کا حصہ میں نے انہیں ادا نہیں کیا تھا کہ بعد میں ادا کردوں گا۔ اب یہ حدیث پڑھ لی، اب تاخیر کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ چھٹی لے کر گیا اور وہ حصہ اپنی بہنوں کو دے کر واپس آیا۔ یہ سلف صالحین کی سوچ ہے۔ ہم کس طرف جارہے ہیں؟ یہ کوئی بہانہ قابل قبول نہیں ہے کہ بیٹیوں کی شادی پر خرچ ہوجاتا ہے اور بیٹیوں کی تعلیم پر خرچ ہوجاتا ہے، یہ سارے عذر لنگ ہیں، قطعاً ناقابل قبول ہیں۔ میں نے یہ عرض کیا کہ جب تین چیزیں محقق ہوجائیں تو وراثت تقسیم کردو، مرنے والے کا مرنا ثابت ہوجائے اور اس کے ورثاء حیات ہیں یہ ثابت ہوجائے اور مرنے والے کا ترکہ اور مال موجود ہے، یہ ثابت ہو تو فوراً وراثت تقسیم کردو۔ اللہ تعالیٰ اس ظلم سے بچنے کی توفیق عطا فرمادے اور جو حقوق ہیں حقوق العباد ہمیں ان سے غافل نہ رکھے۔ بلکہ ان کو فوراً ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حقوق ادا کرو۔ حقوق کا معاملہ بڑا گھمبیر ہے۔ کچھ اللہ کے حقوق کچھ لوگوں کے حقوق، اللہ تعالیٰ اپنے حقوق معاف کردے گا مگر بندوں کے حقوق معاف نہیں کرے گا، جب تک بندہ راضی نہ ہو اور خوش نہ ہو، اور بندہ کب خوش ہوگا؟ جب اس کو نیکیاں مل جائیں، قیامت کے دن اس کے درجات بلند ہوجائیں، اس کے گناہ معاف ہو جائیں اور یہ صورت ہوگی نیکیوں کے حصول کی کہ اللہ تعالیٰ ظالم کی نیکیاں اس کو دے دے گا۔ اس کے گناہ ظالم کو دے دے گا۔ تب وہ بندہ راضی ہوگا تو یہ معاملہ بڑا ہی گھمبیر ہوگا۔ بڑا ہی مشکل ہوگا۔ اس سے اجتناب ضروری ہے۔ اللہ پاک ہم کو صحیح اور سچا فہم عطا فرمادے۔ و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.